سلمان رشدی کی کتاب پر ردعمل پر تبصرہ
نیز حضور کی عالم اسلام اور مذاہب عالم کو نصائح

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ فروری ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کے بعد حضور نے درج ذیل آیت تلاوت کی:

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ۭ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (الانعام:۱۰۹)

آج کے خطبے میں مَیں سلمان رشدی کی شیطانی کتاب کے متعلق احباب جماعت کو صورت حال سے مطلع کرنا چاہتا ہوں اور اس سلسلے میں وہ لائحہ عمل بھی پیش کروں گا جو اسلامی تعلیم کی رو سے مسلمانوں کو ایسی صورت حال سے نپٹنے کے لئے اختیار کرنا چاہئے۔

اس کتاب کا پس منظر کیا ہے؟ پہلی نظر تو فوری پس منظر پر جاتی ہے اور جیسا کہ مختلف صائب الرائے دوستوں نے، لوگوں نے اظہار کیا ہے۔ یہ کتاب کوئی انفرادی خباثت نہیں بلکہ اس کے پیچھے اسلام کے خلاف سازش کارفرما نظر آتی ہے لیکن اس سے بھی دور کے پس منظر میں اس سازش کی جڑیں پیوستہ ہیں اور بات وہاں سے شروع ہونی چاہئے۔ اس زمانے کا مستشرق ایک تہذیب کی ملمع کاری کے پردے میں اسلام پر اب اس رنگ میں حملے کرتا ہے کہ جس سے تہذیبی دائروں کو پامال کئے بغیر وہ اسلام پر چرکے لگا تا رہے اور معصومیت اور نادانی میں بہت سے مسلمان

ایسے ہیں جو یہ سمجھ بھی نہیں سکتے کہ وہی شرارت اور وہی خباثت جو گزشتہ تاریک صدیوں میں عیسائی مستشرقین کی طرف سے اسلام کے خلاف جاری تھی اس نے نیا رنگ بدلا ہے لیکن خباثت وہی ہے اور دشمنی وہی ہے۔ چنانچہ اس پہلو سے جب ہم اس دور کے پس منظر پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ کئی سو سال تک مغربی دنیا میں مستشرقین زیادہ تر وہی لوگ تھے جو عیسائی پادری تھے اور عیسائی مذہب سے براہ راست اُن کا ایک خادمانہ تعلق تھا۔ اس دور میں اسلام کے خلاف جو کچھ بھی لکھا گیا وہ ننگے حملے تھے۔ بڑے گندے تھے لیکن ننگے اور واضح اور کھلے حملے تھے اور اُن کا طریقہ کار یہ تھا کہ کمزور ترین روایات جو مسلمانوں ہی کی کتب میں موجود ہیں اُن کو اُٹھا کر اُن کو واقعاتی صورت میں پیش کیا جائے اور یہ تأثر دیا جائے کہ ہم محققین ہیں اپنی طرف سے ہم اسلام کے خلاف کوئی بات نہ کہتے ہیں، نہ اس کو تعلیمی روایات کے مطابق سمجھتے ہیں یا تصنیفی روایات کے مطابق سمجھتے ہیں۔ اس لئے جو کچھ بھی انہوں نے لکھا اس کی بنیادیں اُنہوں نے اسلامی لٹریچر میں سے تلاش کیں۔ واقدی مؤرخین میں سے اُن کا بہت مرغوب ہوا۔ اسی طرح طبری نے بے احتیاطی سے جو بعض لغو اور بے ہودہ روایتیں اکٹھی کیں اُن پر اُنہوں نے بنا کی اور مغربی دنیا کے سامنے یہ تأثر پیش کیا کہ دیکھو مسلمان مصنفین جو بڑے رتبے اور اعلیٰ مقام کے مصنفین ہیں جن کا وقار ہے اسلامی دنیا میں اُن کی کتابوں سے ہم یہ حوالے پیش کر رہے ہیں اس لئے یہ ہے حقیقی تحقیق، اصل تحقیق اور یہی اسلام کی صورت ہے جو اُبھر رہی ہے۔ جو بددیانتی انہوں نے کی وہ یہ کہ اُس سے قوی تر روایات زیادہ مستند کتب میں ایسی موجود تھیں جو ان لغو روایات کو کلیۃً رد کرتی تھیں، قرآن کریم کی تعلیم اور قرآن کریم میں واضح نصوص اور آیات ایسی موجود تھیں جن کی روشنی میں کوئی دیانتدار محقق ان بیہودہ اور لغو روایات کو نگاہ میں نہیں لا سکتا تھا جو سینکڑوں سال بعد اکٹھی ہوئیں اور جن کے اکثر راوی بالکل جھوٹے تھے اور اسلامی محققین نے جو تحقیقات کیں اسماء الرجال کے سلسلے میں اس میں اُن کا جھوٹ، اُن کا خبث، اُن کا منافق ہونا اور اُن کا بدکار ہونا اس قسم کی بہت سی باتیں اُن کتب میں موجود تھیں جو یہ پڑھتے تھے اور جانتے تھے۔ کیونکہ بڑے بڑے لائق اور قابل آدمی اس پہلو سے موجود تھے کہ اُنہوں نے اسلامی کتب کی خوب ورق گردانی کی لیکن وہی چیز چنی جو اسلام کے خلاف حملے کے طور پر استعمال ہو سکتی تھی اور بظاہر دیانتداری کا ایک لبادہ اوڑھا لیکن درحقیقت یہ ایک انتہائی بددیانت تصنیفی کوشش تھی یا تحقیقی کوشش تھی

جس کو انہوں نے ظاہری طور پر غیر جانبدار تحقیق کی ملمع کاری کے اندر پیش کیا۔ پھر وہ دور بدلا جیسا کہ میں نے گزشتہ بعض خطبات میں بھی بیان کیا تھا۔ ۱۹۸۴ء میں جب میں انگلستان آیا ہوں تو میں نے اس مضمون پر روشنی ڈالی تھی کہ محققین نے پھر اسلامی دنیا کی بڑھتی ہوئی طاقت کے پیش نظر اپنی پالیسی تبدیل کر لی اور حملے چھپے ہوئے اور دبے ہوئے کرنے شروع کئے اور زیادہ تر اُن مسائل کو اُچھالا جن مسائل کو اُچھالنے میں اسلامی ریاستیں یہ سمجھتی تھیں کہ ہماری تائید کی جارہی ہے۔ مثلاً قتل مرتد میں بڑی شدت کے ساتھ ان لوگوں کی تائید کی جو کسی بزرگ کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کرتا ہے اُس کو قتل کر دینا چاہئے اور حوصلہ مخالفت کے مقابل پر نہیں دکھانا چاہئے۔ یہ وہ چند باتیں ہیں بنیادی طور پر یعنی حوصلے کی کمی، برداشت کی کمی اور غیرت کا غلط تصور اور قانون کو اپنے ہاتھ میں لینا اور ہر قسم کی مخالفانہ رائے کو شدت کے ساتھ کچلنے کی کوشش کرنا یہ وہ کچھ بنیادی باتیں ہیں جن پر انہوں نے زور دیا اور یہ ثابت کیا کہ اسلام یہ تعلیم دیتا ہے اور چونکہ اس زمانے کی بعض مسلمان ریاستوں کو اپنے ملک میں جبر و تشدد کے لئے اس قسم کی اسلامی سندات درکار تھیں اور وہ یہی چاہتے تھے کہ اسلام کو اس رنگ میں پیش کیا جائے جس کے نتیجے میں اُن کا استبداد اُن دائروں میں مکمل ہو جائے جن میں وہ حکومت کرتے ہیں اس لئے اُنہوں نے ان چیزوں کو اپنی تائید میں سمجھا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو ہم پر اس دور میں عظیم الشان احسان کیا ہے وہ بہت دائروں پر پھیلا ہوا ہے لیکن یہ دائرہ خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ تمام ایسی غلط روایات کو تحقیقی طور پر ردّ فرمایا جن کے نتیجے میں اسلام کی تصویر ایک بھیانک مذہب کے طور پر دنیا میں اُبھر رہی تھی اور ایسی تعلیم کے طور پر پیش کیا جو پاک فطری تعلیم تھی جو دلوں میں اپنے ذاتی حسن کی وجہ سے خود بخود جذب ہونے اور دلوں کو قائل کر لینے کی اہلیت رکھتی تھی۔ اس پر سب دنیا میں علماء نے شور مچایا اور مخالفین نے احمدیت کے خلاف مہمات شروع کیں کہ یہ اسلام کو بگاڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ سلمان رشدی کی کتاب میں جو کچھ لیا گیا ہے وہ اُنہی روایات سے لیا گیا ہے جن کو احمدیت نے رد کیا تھا اور اس جرم میں احمدیوں کے خلاف شدید تحریکات چلائی گئیں اور اس کے مقابل پر ان لغو اور بیہودہ روایات کو تسلیم کر لیا گیا۔ اُن روایات پر بنا کر کے اُس نے ایک ناول لکھا اور زبان نہایت غلیظ اور بازاری اور سوقیانہ، ایسی غلیظ زبان کہ جو ہماری بعض گلیوں میں بداخلاق بچے روزمرّہ گندی زبان

استعمال کرتے ہیں اُس سے ملتی جلتی زبان ہے۔ جو حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کے متعلق، آپ کی ازواج کے متعلق اور دیگر بزرگوں کے متعلق استعمال کی گئی۔ مجھے جو پہلی دفعہ اس کتاب کی طرف متوجہ کیا گیا۔ یہ تو مجھ میں طاقت نہیں تھی کہ ساری کتاب کا مطالعہ کر سکتا لیکن بعض متفرق احمدی دوستوں کو میں نے اس کام پر مقرر کیا کہ وہ ایسے خاص پیرا گراف، ایسے خاص حصے کتاب کے نمایاں کر کے، اُن پر نشان لگا کر میرے سامنے پیش کریں جن سے پتہ چلے کہ یہ کیا کہنا چاہتا ہے، کیوں کہنا چاہتا ہے اور اس کتاب کے پس منظر میں کوئی سازش ہے یا کوئی انفرادی کوشش ہے؟ گو اُن حصوں کا مطالعہ بھی ایک روحانی عذاب تھا لیکن اُن کے مطالعہ سے مجھے یہ بات سمجھ آئی کہ یہ کتاب ایک شخص کی انفرادی کوشش کا نتیجہ یقیناً نہیں ہے۔ سلمان رشدی جیسا شخص جس کا مذہب سے کوئی دور کا بھی تعلق نہیں جو ایک دہریانہ ماحول میں پیدا ہوا، اُسی ماحول میں اُس نے پرورش پائی اور پھر انگلستان میں کم عمری میں ایسی عمر میں آیا جب یہ دنیا کی بیہودگیوں اور لذتوں میں پوری طرح ملوث ہو گیا۔ مذہب سے اس کا کوئی رشتہ، کوئی تعلق نہیں۔ وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ مجھے کوئی ذاتی علم مذہب کے متعلق نہیں ہے۔ اس کا اس باریکی کے ساتھ سارے وہ نکات تلاش کر لینا جو دشمنان اسلام، عیسائی دشمنان اسلام خصوصیت کے ساتھ اسلام پر حملے کے لئے استعمال کیا کرتے تھے یہ کوئی انفرادی، اتفاقی واقعہ نہیں ہے۔ اُس سارے زہر کا نچوڑ اس کتاب میں اکٹھا کیا گیا ہے جو گزشتہ کئی صدیوں پہ پھیلا ہوا ہے۔ سارا زہر نہیں تو اُس میں سے بہت سے حصے خصوصیت کے ساتھ جو آج کے مغربی مزاج کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں کیونکہ فحشاء یہاں عام ہے اور اُس کے نتیجے میں جنسی مضمون سے تعلق رکھنے والی کتابیں یہاں زیادہ مقبولیت اختیار کرتی جاتی ہیں۔ اس لئے بعض قسم کی روایات پر بنا پر کر کے اُس نے اس کتاب کو ایک نہایت گندی، جنسی جذبات اُبھارنے والی کتاب یا جنسی جذبات کو بعض مقدس لوگوں کی طرف منسوب کرتے ہوئے تصنیف کیا اور رنگ یہ دیا کہ گویا ایک کہانی ہے۔

بہت سے تبصرے اس پر ہوئے ہیں لیکن ان تبصروں کی تفصیل میں تو میں یہاں نہیں جاؤں گا بعض باتیں اس ضمن میں میں آپ کے سامنے رکھوں گا۔ ایک بات خصوصیت کے ساتھ نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ یہ کتاب سلمان رشدی کی یقیناً نہیں۔ اُس نے اپنے ایمان کا تو نہیں کیونکہ ایمان اُس کے پاس نہیں تھا اپنی روح کا سودا کیا ہے اور کسی امیر سوسائٹی نے اس کو روپیہ دے کر اس

بات پر آمادہ کیا ہے۔ اس کے بعض قریبی دوستوں نے اس کو مشورہ بھی دیا کہ یہ بہت خطرناک بات ہے اور تم اس میں ملوث نہ ہو اور بعض ٹیلی ویژن پروگراموں میں اُن کا ذکر بھی آیا ہے لیکن اس کے باوجود وہ روپیہ اتنا زیادہ تھا کہ وہ اُس کو ردّ نہیں کر سکا اور چونکہ خود ایک بے دین اور لا مذہب انسان تھا اور خود اپنی ذاتی زندگی اس قسم کی نہیں تھی کہ جس میں انسان نفاست اور شرافت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھے۔ اس لئے بالکل بے باک ہو گیا اور معلوم ہوتا ہے یہی اس کو کہا گیا تھا کہ ایسی کتاب لکھو جو انتہائی بے باکی کے ساتھ مغربی دنیا پر سے اسلام کا ہر قسم کا اچھا تصور مٹا دے اور یہ جو دوبارہ اسلام کا عروج ہو رہا ہے اور اسلام طاقت پکڑ رہا ہے اس کو اس قسم کے لٹریچر کے ذریعے کلیۃً مغربی اثرات سے زائل کر دیا جائے، مٹا دیا جائے اور وہ بھیانک تصور جو اسلام کا گزشتہ صدیوں میں پایا جاتا تھا وہ پوری قوت کے ساتھ دوبارہ واپس آجائے اور اُسی تصور کے نتیجے میں پھر ہم اسلام کی وہ کوششیں جو یورپ اور مغرب کو اسلام کی طرف مائل کرنے کی ہو رہی ہیں اُن کو ناکام اور نامراد کر دیں۔ یہ سازش کا پس منظر معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً ایک بات ایسی ہے جو ایسے اس قسم کے مصنف کے ذہن میں آ ہی نہیں سکتی از خود۔ جو ایسی بات ہے جس کا اسلام اور عیسائیت کے دلائل کے مقابلے میں اُس کو ایک بنیادی اہمیت حاصل ہے اور اس کا آغاز ہوتا ہے حضرت اقدس اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے۔

مسلمانوں کا مؤقف یہ رہا ہے ہمیشہ سے چونکہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہیں اس لئے وہ روحانی ورثہ جس کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوشخبری دی گئی تھی اُس ورثہ میں آنحضرت ﷺ بھی اُسی طرح شامل ہیں اور آپ کے متعلق وہ مبارک پیشگوئیاں بائیبل میں موجود ہیں اُن کا آغاز یہاں سے ہوتا ہے۔ یہ مؤقف ہے جو مسلمان ہمیشہ سے آغاز اسلام سے لے کر اب تک لیتے رہے ہیں۔ اس پر عیسائیوں نے بارہا اپنے دلائل میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت ہاجرہؓ چونکہ باقاعدہ منکوحہ بیوی نہیں تھیں اور ایک لونڈی تھیں جن سے ازدواجی تعلقات کی حضرت سارہؓ نے اُن کو اجازت دے دی تھی۔ اس لئے یہ اولاد جائز اولاد نہیں ہے اور اگر ہے بھی تو اس نوعیت کی جائز اولاد نہیں کہ وہ روحانی ورثہ پاسکے۔ یہ بحث ہے جو وہ لمبے عرصے سے مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان چلتی چلی آئی ہے اور خصوصیت کے ساتھ احمدی لٹریچر نے جس کا نوٹس لیا اور نہایت قطعی اور مضبوط دلائل سے ہمیشہ عیسائی پادریوں اور

محققین کے منہ بند کئے ہیں کہ اُن کی دلیل میں کوئی جان، کوئی قوت نہیں محض ایک بیہودہ سرائی ہے اس سے بڑھ کر اُس کی کوئی حیثیت نہیں۔ اب یہ شخص سلمان رشدی دہریہ بھی ہو لیکن پیدائشی طور پر اسلام کا دشمن تو نہیں سمجھا جا سکتا اس کو اور اتنا گہرا مطالعہ اس کا کہ اسلام اور عیسائیت کے درمیان وہ بنیادی چیزیں کون سی ہیں جن پر اسلام اور عیسائیت کے دلائل کی فتح و شکست کا انحصار ہے۔ یہ ایسے شخص سے توقع نہیں رکھی جا سکتی اور وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ اس کا کوئی ایسا مطالعہ نہیں۔ چنانچہ اپنے مطالعہ کی بنیاد کے طور پر طبری کو پیش کرتا ہے اور طبری میں تو ایسا کوئی ذکر نہیں۔ یقیناً ایسے عیسائی گروہوں کی طرف سے اس کتاب کا مواد اس کو مہیا کیا گیا ہے جو اسلام کی جڑوں پر دور تک حملہ کرنا چاہتے ہیں جو تاریخ میں بہت دور تک گہری دبی ہوئی ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے تک وہ اُتر جاتی ہیں۔ چنانچہ حضرت اسماعیلؑ کے متعلق وہ بات اس طرح شروع کرتا ہے کہ ناجائز اولاد کہتا ہے اور پھر نہایت ہی غلیظ نا قابل برداشت لفظ استعمال کرتا ہے اُن کے لئے۔ اگر لا مذہب آدمی ہو تو دوسرے انبیاء پر بھی حملے کرتا لیکن اُس کے حملے خاص طور پر آنحضرت ﷺ کے آباؤ اجداد پر اور اُن بزرگوں پر ہیں جن کی اسلام میں خاص اہمیت ہے لیکن آگے جا کر جب صحابہ کے دور میں اس کے حملوں کا میں نے جائزہ لیا تو ایک عجیب یہ بات سامنے آئی کہ اُمہات المؤمنینؓ پر حملے تو سمجھ آتے ہیں یہ خبیث لوگ ہمیشہ اس طرح کرتے چلے آئے ہیں لیکن حضرت سلمان فارسیؓ کو کیوں خاص طور پر اپنی خباثت کا نشانہ بنایا گیا؟ اُس وقت یہ دوسرا نقطہ سمجھ آیا کہ چونکہ ایران کے ساتھ آجکل ان قوموں کی بے انتہاء دشمنی چل رہی ہے اور یہ سمجھتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ ایران شکست کھا گیا ہے لیکن اُس نے مغرب کی بالادستی کو تسلیم نہیں کیا۔ چاہے احمقانہ طور پر جوابی حملے کئے ہوں، اپنا نقصان کیا ہو، خودکشی کی ہو لیکن چوٹ مارنے سے باز نہیں آیا اور اپنا سر نہیں جھکایا مغرب کے سامنے۔ یہ چیز ان کی انا پر ایسے عذاب کا موجب بنی ہوئی ہے کہ ہر دوسری چیز کو معاف کر سکتے ہیں، خمینی کو معاف نہیں کر سکتے اور ایرانی کو معاف نہیں کر سکتے۔ اس لئے چونکہ حضرت سلمان فارسیؓ وہ اکیلے صحابی تھے جو ایک بہت صاحب عظمت تھے اور ایرانی تھے اس لئے اُن پر حملے سے یہ سمجھے، اُن کی سکیم بنانے والے کے ذہن میں یہ بات تھی کہ یہ حملہ جو ہے یہ ایران کو تکلیف پہنچائے گا اور اُس کو خاص طور پر چوٹ لگے گی اور ایسا ہی ہوا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بھی حملہ ہے لیکن وہ جانتے

تھے کہ یہ حملہ شائد شیعوں کو تکلیف نہ پہنچا سکے۔اس لئے دوسرا آدمی سلمان فارسیؓ چنا گیا ہے۔ابو بکرؓ بھی چنے جا سکتے تھے،عمرؓ بھی چنے جا سکتے تھے،عثمانؓ اور علیؓ بھی چنے جا سکتے تھے۔ان سب کو چھوڑ کر سلمان فارسیؓ کا انتخاب بتاتا ہے کہ یہ ساری کتاب ایک گہری سوچی سمجھی سازش کا نتیجہ ہے اور بڑی باریک بینی کے ساتھ یہ ایک ایسا منصوبہ تیار کیا گیا ہے جو وہاں وہاں چوٹ لگاتا ہے جہاں یہ چوٹ لگانا مقصود ہے۔پس یہ کتاب جو ایک غلاظت کی پوٹ ہے یہ محض ایک غلاظت کی پوٹ نہیں بلکہ نشانے کے ساتھ یہ غلاظت مقدس چہروں پر ماری گئی ہے اور اس نیت،اس ارادے کے ساتھ پھینکی گئی ہے کہ کثرت کے ساتھ اہل اسلام کے دل دکھیں اور بے چین اور بے قرار ہوں اور کچھ نہ کرسکیں۔اس کا ایک ایرانی پس منظر بھی ہے اور کچھ یہ بھی کہ گزشتہ کچھ سالوں سے تقریباً پندرہ بیس سال سے کم سے کم مغربی ملکوں نے ایک دوغلی پالیسی اختیار کی ہوئی ہے۔وہ یہ ہے کہ اُن مسلمان ممالک کے دوست ہیں اور اُن کو تقویت پہنچاتے ہیں جو اسلام کے متعلق ایسے متشددانہ رویے رکھتے ہیں اور جبر اور استبداد کی تعلیم کے قائل ہیں۔ یہ اس لئے ہے تاکہ اپنے ملکوں میں وہ اسلامی نظریے کا سہارا لے کر اشتراکیت کو کچلیں اور مغربی دشمن طاقتوں کو بھی اسی تلوار سے قتل کریں اور ختم کریں۔ یہ اُن کا منصوبہ ہے اور دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب وہ اپنے ممالک میں اسلام کے نام پر مظالم کریں تو مغربی دنیا میں بھی ان مظالم کو اچھالا جائے اور اسلام کی ایک نہایت بھیانک تصویر پیش کی جائے۔پس جہاں ایک طرف سعودی عرب کو پوری امریکہ کی حمایت حاصل رہی وہاں سعودی حکومت نے جب ایک شہزادی کو قتل کروایا ایک فحاشی کے الزام میں تو اُس کی نہایت ہی مبالغہ آمیز اور خوفناک تصویریں اور فلمیں بنا کر ساری دنیا میں پیش کی گئیں اور سعودی عرب نے اُس کے خلاف بڑا شدید احتجاج کیا۔اسی طرح امریکن اخبار سعودی کردار پر حملہ کرنے سے کبھی بھی باز نہیں آئے اور وہ ساری باتیں وہ تھیں جن کے اوپر امریکہ کی حکومت کی بھی پوری چھتری تھی اور پوری طرح اُس کی پشت پناہی حاصل تھی۔اس لئے یہ ان کے لئے ایک مسئلہ بن گیا کہ وہ حکومتیں جو اسلام کے نام پر جبر کرتی ہیں اور جن کی پوری سرپرستی مغرب کو حاصل ہے اُن کی جبر کی عادتیں یا رجحانات اگر اچھل کر مغربی دنیا میں آئیں تو پھر ہم کیا کریں گے؟ چنانچہ ایک طرف ان خوفناک طاقتوں کو تقویت دے کر اور نیا خون دے کر اُبھارنے کی کوشش کرتے رہے دوسری طرف مغرب میں ان کو بدنام کرتے رہے اور یہ چاہتے تھے کہ اسلام کا

جبر وتشدد عالم اسلام کے خلاف تو استعمال ہو لیکن غیر اسلامی دنیا کی طرف اس کا رجحان نہ ہو۔ خمینی نے اس رجحان کو پلٹنے کی کوشش کی لیکن بدقسمتی کے ساتھ وہ کوشش جس رنگ میں ہونی چاہئے تھی اُس رنگ میں نہیں تھی بلکہ ایسے رنگ میں تھی کہ اسلام کے لئے مزید بدنامی کا موجب بنا۔ اب سوال یہ ہے کہ خمینی کے ساتھ ہمارا کوئی نظریاتی تعلق تو نہیں ہے بلکہ مسائل پر بنیادی اختلافات ہیں اور وہ بنیادی شیعہ اور سنی جو شیعیّت کی ہر قسم کی شیعہ فرقوں کے اندر مشترک ہیں اور شیعیّت کی جان ہے اُن میں ہم اُن سے مختلف ہیں اور اہل سنت کے ساتھ ہمارا اتفاق ہے۔ اس کے باوجود تقویٰ اور سچائی کا تقاضہ یہ ہے کہ جہاں کوئی بات درست دیکھی جائے اُس کو تسلیم کیا جائے۔ خمینی نے جو کچھ بھی کیا ہے میرا تأثر یہ ہے کہ وہ شخص انتہائی غلطی خوردہ سہی لیکن دیانتدار ہے۔ انتہائی بیوقوف سہی ہمارے نقطہ نگاہ سے اسلام کے لئے لیکن امام خمینی صاحب کے اندر کردار کا دوغلا پن دکھائی نہیں دیا۔ چنانچہ ابھی ہالینڈ میں جب نیشنل پریس انٹرویو کے لئے آیا ہوا تھا انہوں نے چاہا اس قسم کا فقرہ میں کہوں کہ خمینی صاحب نے جو بات اُٹھائی ہے یہ صرف سیاسی چال کے طور پر ہے۔ میں نے اُن سے کہا کہ نہیں ہرگز ایسی بات نہیں یہ آپ لوگ پراپیگنڈا کر رہے ہیں لیکن میں اسے درست نہیں سمجھتا۔ خمینی صاحب کا اسلام کا بگڑا ہوا تصور ہے اور میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ بڑا بھیانک تصور ہے، مجھے اس سے کوئی اتفاق نہیں لیکن خمینی کی شخصیت کے متعلق اب تک میں کوئی ایسی بات معلوم نہیں کر سکا جس سے میں یہ کہہ سکوں کہ امام خمینی صاحب عمداً جھوٹ بول رہے ہیں اور کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔ جس بھیانک اسلام کو انہوں نے پیش کیا اُس پر عمل بھی کر کے دکھایا اور اس کے نتیجے میں اتنا کشت وخون ہوا ہے۔ میں اہل مغرب کو یہ کہتا رہا ہوں کہ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ تمہیں خمینی کے خلاف کیوں تکلیف ہے؟ اصل تکلیف خمینی کے خلاف یہ نہیں ہے کہ اُس نے اہل مغرب کو کوئی عملاً نقصان پہنچا دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اسلام کے خلاف جو یہ ہمیشہ سے پھوڑے دل میں پکتے رہے ہیں کہ اسلام کو نیچا دکھایا جائے اور تیسری دنیا کے ممالک کو خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم اُن کو پوری طرح اپنے استبداد کے نیچے رکھا جائے۔ اس بات کو خمینی نے الٹایا ہے اور یہ ہے اصل راز ان کی تکلیف کا۔ ورنہ جہاں تک خمینی صاحب کے بھیانک اسلامی تصور کا تعلق ہے اس کا تمام تر نقصان اسلام کو پہنچا ہے۔ میں ان کے سامنے یہ بات بار بار کھولتا رہا ہوں ہر پریس کانفرنس میں کہ جتنا خمینی نے آپ کو فائدہ پہنچایا ہے بڑے ہی آپ

ناشکرے ہیں جو اُس بیچارے کے پیچھے پڑ گئے ہیں۔ اس نے وہ جنگ لڑی اور اتنا لمبا عرصہ تک لڑی جس کے نتیجے میں تمام عرب دنیا کی اور ایران کی تیل کی دولت یعنی مسلمان دنیا کی تیل کی طاقت اُس کا اکثر حصہ کہنا چاہئے وہ بیہودہ اور ذلیل ہتھیاروں کے بدلے میں ان کو ملتی رہی دولت، طاقت نہیں کہنا چاہئے تیل کی دولت۔ اسلامی دنیا کے تیل کی دولت مغربی دنیا کو بعض بوسیدہ اور گھٹیا ہتھیاروں کے بدلے عملاً مفت ملتی رہی ہے۔ میں جب یہ کہتا ہوں تو علم کی بنا پر کہہ رہا ہوں۔ بہت سے ایسے ہتھیار ہیں جو ہر روز فنی ترقی کی وجہ سے پرانے ہوتے چلے جارہے ہیں۔ پرانے زمانوں میں پچاس پچاس سال کے بعد ایسے دور آتے تھے کہ بعض ہتھیاروں کی کھیپ پرانی ہو کر رد کر دی جایا کرتی تھی۔ اب تو بعض دفعہ ایک سال میں دو دفعہ ایسے واقعات ہو جاتے ہیں تو وہ سارے ہتھیار جو ماڈرن وار فیئر (Modern War Fair) کے لئے جدید حربی فن کے لئے مدمقابل کے خلاف مؤثر طور پر استعمال نہ ہو سکتے ہوں۔ مثلاً روس نئی ایجادات کر چکا ہے اُس کے لئے پرانی رائفلیں کہاں کام آ سکتی ہیں یا پرانے زمانے کے ٹینک کہاں استعمال آ سکتے ہیں، پرانے زمانے کے جہاز کیسے کام آ سکتے ہیں؟ تو یہ ساری چیزیں عموماً یا غرق کر دیا کرتے تھے سمندروں میں اور یا جہاں امکان موجود ہو کوئی توڑ پھوڑ کر کے ان کو دوبارہ استعمال کیا جائے اس میں کافی خرچ کر کے اس کو دوبارہ استعمال کرنا پڑتا تھا۔ یہ سارا لچر ہتھیاروں کا گند، یہ تیل کے بدلے بیچتے رہے ان ممالک کو۔ اتنا بڑا خمینی ان کا محسن ثابت ہوا کہ امریکہ کا جو Deficit آپ جانتے ہوں گے آجکل خبریں آتی رہتی ہیں۔ سالانہ Deficit جس کے اوپر کہتے ہیں کہ بہت ہی بڑے خسارے کے اعداد و شمار ہیں وہ ایک سو تہتر بلین بنتا ہے۔ ایک سو تہتر بلین ڈالر اور یہ Mind Bogling یعنی دماغ کو ماؤف کرنے والی رقم ہے انسان اس کا تصور نہیں کر سکتا۔ بلین کتنی بڑی رقم ہوتی ہے اُس کو آپ ڈالروں میں تقسیم کریں اُس کے آپ پاکستانی روپے بنائیں تو کئی سڑکیں یہاں سے چاند تک اور واپسی بھی بن سکتی ہیں ان روپوں سے۔ ایران نے صرف ایران نے اس جنگ میں جو روپیہ خرچ کیا ہے اور زیادہ تر مغرب سے ہتھیار خریدنے پر خرچ کیا ہے اُس کی مقدار چار سو بلین ہے۔ یعنی امریکہ کے سال ہا سال کے جمع شدہ خسارے کے مقابل پر دوگنی سے بھی زیادہ، اڑھائی گنا کے قریب۔ یہ پیسے کہاں گئے کن لوگوں کے پاس گئے؟ انہی ترقی یافتہ قوموں کے پاس جنہوں نے ہتھیار دیئے اور ان ہتھیاروں سے کون مارا

گیا؟ عیسائی مارے گئے یا یہودی مارے گئے یا دہریہ مارے گئے؟ سوائے مسلمانوں کے اور کوئی نہیں مارا گیا۔ یا سنی مسلمان مارا گیا ہے یا شیعہ مسلمان مارا گیا ہے اور اس کے مقابل پر سعودی عرب اور عراق اور دیگر ہمدرد عرب ممالک کی جو دولت خرچ ہوئی ہے اس جنگ کو سہارا دینے میں وہ سب اس کے علاوہ ہے۔ میں نہیں اندازہ لگا سکتا اُس کے اعداد و شمار نہیں ہیں لیکن بے انتہا روپیہ ہے اور تقریباً تمام تر تیل کی دولت ہے جو مغربی دنیا میں کوڑیوں کے بھاؤ چلی گئی۔ اب یہ دشمن کس بات کے ہیں پھر۔ مارے گئے تو مسلمان مارے گئے، اختلافات ہوئے تو اسلامی دنیا میں ہوئے۔ جو کچھ مظالم ہوئے وہ مسلمان نے مسلمان پر توڑے۔ ساری دنیا میں اسلام کی بدنامی کے سامان پیدا کر کے آپ کے حضور پیش کئے اور ابھی آپ کا انتقام ختم نہیں ہو رہا۔ اس لئے دراصل یہ انتقام اُس انا کے کچلنے کے نتیجے میں ہے جس کا میں نے ذکر کیا ہے اور اس چیز کو یہ معاف نہیں کر سکتے۔ اس لئے خمینی نے جو کچھ بھی کیا ہے اس سے مجھے اختلاف ہے کیونکہ اُس نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، اپنی قوم پر ظلم کیا ہے، عالم اسلام پر ظلم کیا ہے لیکن یہ بات ضرور کہنی پڑتی ہے کہ اُس نے جو کچھ بھی سمجھا، جس کو باطل سمجھا اُس کے سامنے سر نہیں جھکایا اور یہ وہ تکلیف ہے جو شاید صدیوں میں کبھی ان کو محسوس نہ ہوئی ہو اس شدت کے ساتھ جیلسی (Jelicy) اب محسوس ہوئی ہے۔ اس لئے ان کو یہ معاف کرنے کے لئے تیار نہیں۔ چنانچہ جب خمینی صاحب نے اس خبیثانہ کتاب کے اوپر سلمان رشدی کے قتل کا حکم جاری کیا تو ان کا رد عمل غیر متوازن اور نہایت ہی شدید تھا۔ ایک تو اسلام کو بدنام کرنے کا موقع ان کو ہاتھ آ گیا دوبارہ لیکن اُس سے قطع نظر اُنہوں نے ساری دنیا میں شور مچایا کہ انسان کی تقریر کی آزادی کا حق اتنی بڑی عظمت ہے تہذیب نو کی کہ ہم اس پر حملہ برداشت نہیں کر سکتے۔ کون ہوتا ہے زبان کے چرکوں کے نتیجے میں جسم پر چر کے لگانے والا اور پھر اعلان کر رہا ہے ہمارے ملک کے ایک باشندے کے خلاف۔ اب سلمان رشدی کے حق میں اتنا شدید رد عمل کہ اچانک سارا یورپ متحد ہو جائے اور امریکہ کی پوری طاقت بھی اس کی پشت پناہی کرنے لگے اور اپنے سیاسی سفارتکار اُن ملکوں سے اچانک بلا لیں اور ان کے سفارتکار بھجوا دیں۔ یہ سوچنے والی بات ہے کون سی اس بات میں معقولیت ہے۔ جبکہ خود ان کے اپنے ملک میں احمدیوں کے خلاف قتل کے اعلانات کئے گئے، اخباروں میں چھپے اور میرے سر کی چالیس ہزار پاؤنڈ قیمت ڈالی گئی اور ان کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔ ابھی حال ہی میں ایک

So called عالم یعنی جو عالم کہلاتے ہیں دنیا میں وہ تشریف لائے اور انہوں نے بیان دیا کہ ہر احمدی واجب القتل ہے۔اس لئے ان کا علاج صرف یہی ہے کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔وہ اخبار میں خبر شائع ہوئی۔کسی احمدی نے ہوم آفس کو بھجوائی اُن کی طرف سے جواب آیا کہ ابھی تک ہم اس بارے میں یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ آیا کوئی جرم انہوں نے کیا ہے یا نہیں کیا۔جس قوم کے ان اعلانات پر یہ ردعمل ہو جو ان کے ملک میں ایک آدمی کے خلاف نہیں بلکہ پوری جماعت کے خلاف دیئے جارہے ہیں جو معصوم ہے جس نے کوئی بدی نہیں کی، کوئی قانون نہیں توڑا، کسی کا دل نہیں دُکھایا اُن کا ردعمل خمینی کے متعلق اتنا شدید کہ اُس نے قتل کا فتویٰ دے دیا ہے یہ صاف بتا رہا ہے کہ سیاست کھیلی جارہی ہے۔اس میں اخلاقیات والا حصہ اور ضمیر کی آزادی والا حصہ محض ایک دکھاوا ہے۔ کچھ انتقامات ہیں، کچھ پرانے جذبے اسلام کے خلاف ہیں، کچھ نفرتیں ہیں جو نئی شکل میں سر اُٹھاتی رہتی ہیں اور اب اس شکل میں اس پرانی دیرینہ نفرت نے دوبارہ سر اُٹھالیا ہے اور خمینی صاحب اس کو انگیخت کرنے میں ایک ذریعہ بن گئے۔

قرآن کریم دفاع کی نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ ہر مسلمان پر واجب قرار دیتا ہے اور ہر سرحد پر گھوڑے باندھنے کی تلقین کرتا ہے۔خواہ وہ نظریاتی سرحد ہو، خواہ وہ جغرافیائی سرحد ہو لیکن اسلام بعض قسم کی جوابی کارروائیوں کی اجازت نہیں دیتا اور بعض قسم کے حملوں کی اجازت نہیں دیتا۔ اُن میں سے ایک یہ ہے کہ کسی کے بزرگوں کے اوپر حملہ کیا جائے، کسی کا دل دُکھایا جائے۔چنانچہ وہ آیت جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی ہے یہ اصل اسلامی تعلیم ہے۔فرمایا وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ فَيَسُبُّوا اللهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ یعنی آزادی تقریر اپنی جگہ ہے۔ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ: ۲۵۷) کا حکم اپنی جگہ ہے لیکن مسلمان کی زبان پر پابندی لگا رہا ہے، اسلام اور غیروں پر حملے کرنے کے لحاظ سے پابندی لگا رہا ہے۔اس مذہب کو یہ ایک آمرانہ اور بہیمانہ مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنے کی جرأت کرتے ہیں۔کوئی شرم، کوئی اخلاقی اقدار کا خیال تک نہیں ہے۔ان کو ان کے مستشرق جو واقعۃً اسلام کے نقلی علوم پر دسترس کرتے ہیں اُن کے سامنے ساری باتیں موجود ہیں۔قرآن جانتے ہیں، قرآن کے تراجم کئے ہوئے ہیں ان لوگوں نے لیکن اس آیت کو یہ کبھی بھی اسلام کے دفاع میں پیش نہیں کریں گے۔

سوال یہ ہے کہ آزادی ضمیر کا حق سب سے زیادہ اسلام نے قائم کیا ہے اور آزادی تقریر کا حق بھی اسلام بڑی شان کے ساتھ مسلمانوں کو اور ساری دنیا کو دیتا ہے لیکن بعض جگہ شرافت کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ اُن حدود میں آزادی کے نام پر داخل ہونے کی اسلام اجازت نہیں دیتا اور تعلیم ایسے خوبصورت رنگ میں پیش کرتا ہے کہ غیروں کو نہیں روکتا کہ تم حملے نہ کرو بلکہ مسلمانوں کو روکتا ہے کہ تم غیروں کے مقدس لوگوں پر حملے نہ کرو۔ اس تعلیم کو اگر مسلمان ممالک نے اپنایا ہوتا تو کبھی یہاں تک نوبت نہ پہنچ سکتی۔ اگر پہنچتی بھی تو دنیا کے منہ پر وہ یہ باتیں مار سکتے تھے کہ ہم تو تمہارے مقدس بزرگوں کی عزت کی حفاظت کرتے ہیں۔ اُن کی بھی ہم حفاظت کرتے ہیں جن کو ہم سچا سمجھتے ہیں۔ وہ تو ہم نے کرنی ہی تھی لیکن اُن کی بھی کرتے ہیں جن کو ہم سچا نہیں سمجھتے اور سینکڑوں ایسے غیر مذاہب کے بزرگ ہیں جن کی احمدیت کی نظر میں تو اس وجہ سے عزت ہے کہ ہم اسلامی عمومی تعلیم کی رو سے اُن کو سچا سمجھتے ہیں لیکن مسلمانوں کے اکثر فرقے اُن کو جھوٹا سمجھتے ہیں اور اُن کے لئے بعض دفعہ عزت کا لفظ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اس قرآنی تعلیم کی رو سے جن کو وہ جھوٹا سمجھتے تھے اُن کی عزتوں کی حفاظت کرتے کیونکہ قرآن کریم نے تو یہاں تک فرمایا کہ جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں نہ دو۔ اس سے زیادہ بہتر اور کیا تصور ہو سکتا ہے۔ بزرگوں کی تعلیم ان مذاہب کے بزرگوں کی عزت کرنا تو اس کے نیچے ہے جھوٹے خداؤں کو بھی گالیاں نہیں دینی۔ فرمایا کہ اگر ایسا کرو گے تو پھر اگر انہوں نے تمہارے خلاف گالیاں دیں پھر تمہیں اعتراض کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ پھر انہوں نے اگر تمہارے خدا کو، تمہارے بزرگوں کو گالیاں دیں تو تم نے خود اُن کو دعوت دی ہوگی کہ آؤ اور ایسا کرو۔ تو کتنی حسین تعلیم ہے اسلام کی جو ضمیر کو آزاد بھی کرتی ہے لیکن بھٹکنے سے بھی روکتی ہے۔

اب مغرب نے جو اختیار کیا ہے اپنے دفاع کا طریق وہ یہ ہے کہ ہم آزادی ضمیر اور آزادی تقریر پر کسی قیمت پر حملہ نہیں ہونے دیں گے اور کہتے ہیں کہ سلمان رشدی نے جو کچھ لکھا ہے ہم اس میں اس لئے دخل نہیں دے سکتے کہ ہمارے ملک میں آزادی تقریر ہے۔ تمہارے ممالک میں بدتہذیبیاں ہیں، جہالتیں ہیں، تعصّبات ہیں، تمہارا مذہب ایسا ہے کہ جو دوسرے کی زبان بندی کرتا ہے اس لئے تم لوگ یہ سمجھ نہیں سکتے کہ انسانی ضمیر کی آزادی کہتے کس کو ہیں۔ ہمیں دیکھو ہم ان قدروں کے علمبردار بنے ہوئے ہیں۔ جن قدروں کا سچا حقیقی علمبردار اسلام تھا ان قدروں کی غلط

صورتوں کے یہ علمبردار بنے اور اپنے آپ کو دنیا کی عظیم ترین تہذیب کا محافظ اور پیغامبر بنائے ہوئے ہیں۔حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جس چیز کی یہ حفاظت کررہے ہیں وہ بالکل اس کے برعکس ہے جو اسلام نے تعلیم دی تھی۔ اب تجزیہ کر کے دیکھیں کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ اے مسلمانو تم دوسروں کے بزرگوں کو خواہ وہ سوفیصدی جھوٹے بھی ہوں برا بھلا نہ کہو اور اس میں ہم تمہیں آزادی نہیں دیتے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ہاں آزادی کا تصور یہ ہے کہ دوسروں کے بزرگوں کو خواہ وہ کروڑ ہا کروڑ انسانوں کے نزدیک صاحب عظمت ہوں برا بھلا کہو اور نہایت غلیظ زبان میں برا بھلا کہو اور یہ ہے آزادی ضمیر کا تصور اور یہ ہے انسانی آزادی کا تصور۔ کیا دوسری طرف ضمیر کوئی نہیں ہے؟ کیا زبان کو آزادی ہے اور کانوں کو کوئی آزادی نہیں ہے؟ کیا زبان کا حق ہے اور کان کا نہیں؟ کیا یہ حقوق ایک سمت سے دوسری سمت میں روانہ ہوتے ہیں اور دوسری سمت کا کوئی بھی خیال تمہیں نہیں ہے۔ یہ عدم توازن ہے جس کو مسلمانوں کو کھول کر اُن کے سامنے پیش کرنا چاہئے اور پھر یہاں پر ایک دوغلا پن ہے۔ ایک تضاد ہے ان کے اپنے عمل میں۔ بلاسفیمی (Blasphamy) کا ایک قانون ہے جو اس ملک میں رائج ہے لیکن وہ صرف عیسائیت کے لئے ہے۔ اب دیکھیں یہاں اسلام اور عیسائیت کا کتنا نمایاں فرق سامنے آتا ہے۔ ان کا جو قانون ہے وہ یہ ہے اور اُس کو جج میڈ لاء (Judge Made Law) کہتے ہیں یعنی پارلیمنٹ نے تو یہ قانون نہیں بنایا مگر روایۃً چلا آرہا ہے جس کو عدالتوں نے تقویت دی اُس کی توثیق کی۔ وہ قانون یہ ہے کہ عیسائیت کے خلاف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف کوئی ایسی زبان برداشت نہیں کی جائے گی جو تضحیک کا رنگ رکھتی ہو تذلیل کا رنگ رکھتی ہو، اُس میں فاسقانہ لفظ استعمال کئے گئے ہوں۔ وہاں آزادی ضمیر کہاں گئی، وہاں آزادی تقریر کہاں چلی گئی؟ اپنے ملک میں قانون رائج ہے موجود ہے اُسے ایک طرف چھپائے ہوئے ہیں۔ اسلام یہ قانون دے رہا ہے کہ تم نے دوسرے مذہبوں کی عزت کرنی ہے اور خبردار جو اس قانون کو پامال کیا اور اس مذہب کو کہتے ہیں بہت ہی تنگ نظر اور جاہلانہ اور فرسودہ مذہب ہے اور ان کے ہاں صرف اپنے بزرگوں کی حفاظت کا قانون ہے اور جب اُن سے کہا جائے کہ دوسرے بزرگوں کی عزت کرو تو کہتے ہیں کہ آزادی ضمیر، آزادی تقریر کے مخالف بات ہے۔ مجھ سے جب پریس انٹرویو ہوئے کچھ یہاں۔ یہاں تو بعض معززین کی دعوت میں سوال ہوا تھا۔ ہالینڈ میں کئی پریس انٹرویو ہوئے اُن کے سامنے میں نے یہ

مسئلہ رکھا میں نے کہا آزادی تقریر اپنی جگہ درست ہے لیکن آپ کا عمل یورپ کے سیاستدان کا عمل بتا رہا ہے کہ یہ بے محابا نہیں ہے اور بے حد نہیں ہے۔ جب آزادی تقریر بعض حصوں میں، بعض سرحدوں سے گزرنے کی کوشش کرتی ہے تو آپ اُس پر قدغن لگاتے ہیں اُس کی راہ روک کر کھڑے ہو جاتے ہیں چنانچہ میں نے کہا جس انگلستان میں آجکل شدت کے ساتھ سلمان رشدی کی کتاب کی تائید میں باتیں ہو رہی ہیں اور آزادی تقریر کے نام پر ہو رہی ہیں۔ وہاں کی پارلیمنٹ میں اگر مسز تھیچر یا اور پارلیمنٹ ممبروں کے خلاف ویسی ہی حیا سوز زبان استعمال کی جائے جیسی اس کتاب کے مصنف نے دنیا کے مقدس ترین بزرگوں کے متعلق استعمال کی ہے تو کیا آزادی تقریر کے نام پر آپ یہ زبان برداشت کریں گے۔ کیا انگلستان کی پارلیمنٹ اس کو اجازت دے گی؟ ایسے شخص کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنے گندے الفاظ خود کھا جائے۔ ورنہ اُسے اٹھا کے ایوان سے باہر پھینک دیا جائے گا تو وہاں آزادئ تقریر کا حق کیوں یاد نہیں آتا؟ اس لئے کہ آپ کی عقل آپ کو بتاتی ہے کہ آزادئ تقریر کا حق غیر محدود نہیں ہوسکتا۔ بعض دائروں میں اسے محدود کرنا ہوگا اور اسمبلی کا دائرہ اُن دائروں میں سے ایک ہے۔ مذہب کا دائرہ اس سے زیادہ حقدار ہے کہ وہاں اس حق کو اس حد تک محدود کیا جائے کہ کسی پر ظالمانہ قہقے نہ لگائے جائیں۔ پس یہ جھوٹ ہے کہ آزادی ضمیر کی آزادی تقریر کی حفاظت کی جارہی ہے۔ بیچ میں سے وہ بہت خوش ہیں کہ خوب ہمیں موقع ملا ہے عالم اسلام سے بدلہ لینے کا اور ان کو دُکھ پہنچانے کا اور تہذیب کے نام پر کسی کو دُکھ دینا یہ کوئی ایسا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے جس سے عالم اسلام کو دکھ پہنچے۔

ایک پہلو تو اس کا یہ ہے جو آپ کے پیش نظر رہنا چاہئے دوسرا پہلو یہ ہے کہ ان میں سے بہت سے لوگ ہیں جو اس صورتحال کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ ایسے لوگوں کو سمجھانے کے لئے ایسی کثرت کے ساتھ مضامین لکھتے اور صورتحال کو واضح کرتے اور یہ جو درمیانی طبقہ ہے جو لاعلم طبقہ یہ اس وقت اس جھوٹے پراپیگنڈے کی لپیٹ میں کلیۃً آچکا ہے۔ یہ اس لئے ان باتوں کو نہیں سمجھتے کہ ایک تو جیسا کہ میں نے بیان کیا آزادئ تقریر کا تصور غلط رنگ میں ان کے سامنے رکھا گیا ہے۔ دوسرے دو کمزوریاں اس وقت مغربی قوموں میں جاگزین ہو چکی ہیں۔ گہرے طور پر ان میں جڑیں پکڑ چکی ہیں۔ ایک بے حیائی اور دوسرے مذہب سے دوری۔ چنانچہ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے

متعلق بھی بعض دفعہ ایسی ایسی لغو باتیں چھپ جاتی ہیں کہ کوئی غیرت مند عیسائی دراصل اُس کو برداشت نہیں کرسکتا مگر غیرت اگر کم ہو جائے تو کیا جائے؟ مسلمان تکلیف اُٹھاتے ہیں۔ احمدی تکلیف اُٹھاتے ہیں مسلمان کی حیثیت سے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو عیسائی ملکوں میں بھی گالیاں دی جاتی ہیں۔ ان کا تصور بگڑا ہوا ہے اور پھر جنسیات نے اتنا قبضہ کرلیا ہے ان کے دماغ پر کہ یہ سمجھتے ہیں کہ ناول میں جنسی چٹکلے چھوڑنا تو ضروری ہوگیا ہے اس کے بغیر ناول مزیدار ہو ہی نہیں سکتا۔ جہاں تقدس کا تصور مٹ چکا ہو، جہاں جنسیات قوم کے مزاج پر غالب آچکی ہو وہاں ایسی کتاب جس میں مقدس ہستیوں پر حملہ کیا گیا ہے اور جنسی پہلو سے حملہ کیا گیا ہے وہ ان کے نزدیک ایک دلچسپ ناول ہے اس سے زیادہ کچھ بھی حیثیت نہیں۔ ان کو بتانا چاہئے کہ مسلمانوں کی طرز فکر تم سے مختلف ہے۔ ہمارے جذبات اور ہیں، ہماری قدریں اور ہیں۔ ہمیں سمجھنا ہو تو اپنی عیسائیت کی پچھلی صدیوں میں جا کر دیکھو۔ تم انہیں جہالت کی صدیاں کہہ کے رد کر رہے ہو۔ ہم سمجھتے ہیں اس وقت تھوڑی سی غیرت کی روشنی تم میں موجود تھی جواب تم میں نہیں ہے۔ ایک پہلو سے تم روشنی میں داخل ہوئے ہو دوسرے پہلو سے تاریکی میں قدم بڑھا رہے ہو۔ پس مذہبی پہلو سے اور تقدس کے تصورات کے لحاظ سے تم روشنیوں سے اندھیرے میں سفر کر رہے ہو۔ اس زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اس کے ہزارویں حصے کو برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا جتنا اب کھلم کھلا روز ٹیلی ویژن، اخبارات میں کہا جاتا ہے۔ تو یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خود اپنے بزرگوں کو جسے خدا کا بیٹا سمجھتے ہیں اُس پہ حملے کی کھلی اجازت دی ہوئی ہے تو مسلمان کون ہوتے ہیں اعتراض کرنے والے کہ جن کو ہم نبی بھی نہیں سمجھتے اُن کے اوپر ہم نہ حملہ کریں۔

یہ وہ تضادات ہیں جو سمجھانے والے ہیں اور بتانے والے ہیں اور خوب بات کھولنی چاہئے کہ یہ وجوہات ہیں جس طرح ان کی پارلیمنٹ کا حوالہ ہے، بعض تہذیبی اقدار کا حوالہ ہے یہ بتانا چاہئے کہ قوموں کے ساتھ مل جل کر رہنے کے لئے بعض تہذیبی تقاضے تمہیں پورے کرنے ہوں گے۔ عالم اسلام ایک بڑی طاقت ہے اور آج جبکہ دنیا بدامنی کا گہوارہ بنی ہوئی ہے یہاں امن پیدا کرنے کے لئے تمہیں عقل اور سلیقہ اختیار کرنا چاہئے اور ایسی طرز اختیار کرنی چاہئیں کہ بلاوجہ کسی قوم کا دل نہ دکھے۔ یہ سمجھانے کا عنصر اس تمام تحریک میں غائب رہا ہے۔ چنانچہ جب ہالینڈ میں مجھ سے

پریس انٹرویو لیا گیا اور وہاں اور یہاں میں ایک فرق میں نے یہ دیکھا۔ یہاں آج کل اسلام کے حق میں معقول باتیں اور سمجھانے کی باتیں کی جائیں تو اُن کو پریس والے شائع ہی نہیں کرتے۔ اور ہالینڈ اس لحاظ سے بالکل آزاد تھا۔ اُنہوں نے نہایت عمدگی اور دیانتداری سے اس انٹرویو کو ریڈیو میں بھی مشتہر کیا اور اخبارات میں بھی شائع کیا اور اُنہوں نے بتایا کہ کیا ہمیں اعتراض ہے، کیوں اعتراض ہے، کیا کرنا چاہئے؟ میں نے اُن سے کہا کہ تم لوگ زبان کی آزادی کے علمبردار ہو۔ کیا تمہاری آزاد زبان ایک بیہودہ بات کو رد کرنے کے لئے استعمال نہیں ہوسکتی تھی؟ اس پہ کیا قدغن لگی تھی؟ کیوں تمہارے سیاسی راہنماؤں نے، کیوں تمہارے دانشوروں نے اُس ظالم انسان کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں کہا اور اُسے رد نہیں کیا اور کیوں اپنے عوام الناس کے سامنے تم نے یہ بات نہیں اُٹھائی کہ مسلمانوں کے دل بڑے حساس ہیں اس معاملے میں اور یہ شرافت کی اقدار کے خلاف بات ہے کہ ایسے لغو حملے کسی بزرگ کے متعلق کرنا جس کے اوپر قوم کے لکھو کھہا انسان جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں اور کروڑہا ہیں جو جانیں قربان کرنے کا دعویٰ تو ضرور کرتے ہیں لیکن لازماً لکھو کھہا ایسے ہیں جو عملاً ہنستے ہوئے اپنی جان فدا کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں۔ یہ آگ سے کھیلنے والی بات ہے اس کو سمجھو۔ تمہارے تعلقات ہیں عالمی تعلقات مسلمانوں سے اُن کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ اگر شرافت کی خاطر نہیں تو اپنے مفاد کی خاطر اور عقلی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے تم اپنے طرز عمل کو تبدیل کرو اس قسم کی نصیحت کی باتیں کچھ رشدی کے خلاف باتیں کی ہوتیں اور عالم اسلام کو آپ یہ کہتے کہ ہمارے قانون سردست ہمیں مجبور کر رہے ہیں کہ ہم اس کتاب کو بین (Ban) نہ کریں۔ عالم اسلام کا ردعمل نسبتاً زیادہ سلجھا ہوا ہوتا اور رشدی کی کتاب کے خلاف عیسائی دنیا سے باتیں سُن کر کچھ تو ان کے دل ٹھنڈے ہوتے لیکن یہاں آزادئ زبان استعمال نہیں کی اور غلاظت کو تقویت دینے میں آزادئ تقریر کی باتیں ہو رہی ہیں۔ جس طرف بھی دیکھیں ایک غلط ردعمل ہے جس نے صورتحال کو انتہائی بھیانک بنادیا ہے۔ مسلمانوں کے غلط ردعمل نے اتنا نقصان پہنچایا ہے اسلام کو کہ یہ کتاب اپنی ذات میں کبھی بھی اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتی تھی۔ کتابوں کو جلایا گیا، بھنگڑے ڈالے گئے، گالیاں دی گئیں۔ اس کے نتیجے میں یہ لوگ اس تاریخی پس منظر میں کہ اسلام جہاد کی تعلیم دیتا ہے، غیر کو قتل کرنے کی تعلیم دیتا ہے غلط افسانے اپنے ذہنوں میں بنا بیٹھے۔ یہاں انگلستان میں عامۃ الناس سے آپ بات کر

کے دیکھیں تو آپ حیران ہوں گے اُن کا یہ تصور ہے کہ اسلام مسلمان یہاں اب ہر غیر کی گردن کاٹنے کے لئے تیار بیٹھا ہوا ہے اور ہماری سوسائٹی میں بدامنی پھیل جائے گی اور عذاب نازل ہو جائے گا اور ہم برداشت نہیں کر سکیں گے حالانکہ کل ایک ملین کی تعداد ہے مسلمان کی اور ان کا جوش جتنی تیزی سے اُٹھتا ہے بدقسمتی سے اُسی تیزی سے بیٹھ بھی جاتا ہے۔ صرف دائم رہنے والی نفرتیں پیچھے چھوڑ رہے ہیں اور اسلام کے حق میں کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتے لیکن اس سے بہت زیادہ نقصان یہ پہنچا ہے کہ وہ کتاب جو اپنی ذات میں شدید پراپیگنڈے کے باوجود بھی مقبول نہیں ہو رہی تھی اور بعض ممالک اس کو رد کر چکے تھے، انگلستان اس کو رد کر چکا تھا بغیر کسی احتجاج کے، جاپان اس کو رد کر چکا تھا بغیر کسی احتجاج کے۔ اُنہوں نے کہا ہم ہرگز اس کا ترجمہ اپنے ملک میں شائع نہیں ہونے دیں گے اور اس کتاب کے خلاف قومی طور پر ایسے محرکات تھے جن کے نتیجے میں بعض حکومتیں اس کو اپنے ملک میں شائع کرنے سے خوف کھا رہی تھیں۔ چند لوگ پڑھتے اور کچھ دیر کے بعد کتاب ملک میں غائب ہو جاتی، گر جاتی۔ نہایت فضول قسم کی کتاب ہے۔ شریف لوگوں کو زیادہ اس میں کوئی دلچسپی نہیں تھی لیکن اب اتنی دلچسپی پیدا ہو رہی ہے کہ کروڑہا مغربی دنیا کا انسان اس کتاب کو لینے کے لئے ترس رہا ہے۔ پورا زور لگا رہے ہیں کہ کسی طرح وہ مہیا ہو جائے۔ جب مسز تھیچر نے Spycatcher کے خلاف مہم چلائی تھی تو اُن کے ناقدین نے یہی بات کہی تھی کہ تم تو اس کتاب کو انگریز کی نظر سے اوجھل رکھنا چاہتی تھی یہ تمہاری مہم ہی ہے جس نے اس کو اتنی تقویت بخشی ہے لیکن وہ مہم تو پھر ایک معقول دائرے سے تعلق رکھتی تھی جو آپ مہم بے سروپا کریں تو وہ زیادہ تر آپ کو نقصان پہنچاتی ہیں دشمن کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔ پس ایک نہایت غلیظ کتاب یہاں تک شہرت پا گئی کہ امریکہ میں ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر اب اُس کے نہایت گندے اقتباسات جو دراصل مسلمان کی دلآزاری کا موجب تھے پڑھ کر سنائے جا رہے ہیں۔ یعنی کتاب خریدنے کی بھی ضرورت نہیں رہی وہ غلاظت اور وہ خباثت کروڑہا انسانوں تک گھر بیٹھے پہنچ رہی ہے۔ تو انسان کو تو جوابی کارروائی حکمت سے کرنی چاہئے۔ بدقسمتی سے مسلمانوں میں کوئی معقول سلجھی ہوئی لیڈر شپ نہیں ہے اور وہ مولوی ہے اُس کو اتنی عقل بھی نہیں ہے کہ اسلام کے حق میں کس قسم کی تحریکات چلانی چاہئیں اور کس قسم کی تحریکات سے احتراز کرنا چاہئے اور سارا عذاب اس زمانے میں مسلمان پر یہ ملاں ہے جس کو دنیا کے حالات کی، دنیا کی سیاست کی، دنیا

کی خدمتوں کی ہوش ہی کوئی نہیں ہے وہ صرف وقتی طور پر، ہر اس تحریک میں حصہ لیتا ہے جس کے نتیجے میں بے چینی پھیلے، Blood shed ہو، خون ہو، قتل و غارت ہو، گالیاں دی جائیں اس کے سوا اس کو کوئی اہلیت نہیں رہی۔ اس کا جو ردعمل یہاں پیدا ہو چکا ہے اور مجھے ڈر ہے کہ ابھی ہوگا۔ وہ Rationalism کو تقویت ملے گی اور آپ دیکھیں گے کہ مسلمانوں کے خلاف دیر تک اب وہ لوگ اس ناکام کوشش کے نتیجے میں جو انہوں نے کی ہے سازشیں کرتے رہیں گے، نئی قسم کی مصیبتیں کھڑی کرتے رہیں گے اور جو کچھ بھی سوسائٹی میں مسلمان نے ایک مقام حاصل کیا تھا اُس مقام سے گر کر کہیں پہنچ گیا ہے اور بے مقصد۔ **اگر کسی تحریک کے نتیجے میں مقام چھوڑ کر قعرِ مذلّت میں بھی جانا پڑتا اور محمد رسول اللہ ﷺ کی عزت کو بحال کیا جاتا اور آپ کی حفاظت کی جاتی تو میں اس کے حق میں تھا، اور میں آج بھی اس کے حق میں ہوں، ہمیشہ اس کے حق میں رہوں گا** لیکن آنحضرت ﷺ کی عزت کی حفاظت کی بجائے آپ کو دنیا میں اور زیادہ اور وسیع طریق پر گندی صورت میں پیش کرنے کے لئے ایک ذریعہ آپ بن جائیں اور خود قومی خودکشی بھی کریں یہ کس اسلام کے نتیجے میں ہوا، یہ کس حکمت اور کس عقل کے مطابق ہو رہا ہے اور ادھر حالت یہ ہے کہ چونکہ انہوں نے شرارت کر کے خاص طور پر ایران پر حملہ کیا تھا اور توقع یہ رکھتے تھے جس نے بھی یہ شرارت کی ہے کہ ایران اس کی جوابی کارروائی کرے گا۔ اب جو عرب کا دل ہے یعنی مکہ اور مدینہ اور حجاز کی سرزمین وہاں سے کوئی جوابی کارروائی کا اعلان نہیں ہو رہا۔ ایران بول رہا ہے اس لئے مصر سے فتویٰ ہو گیا ہے کہ نہیں بلاسفیمی (Blasphamy) کے اوپر کسی کو قتل کرنے کا فتویٰ دینے کی اجازت نہیں۔ کیسے تضادات پیدا ہو گئے ہیں۔ ایک طرف یہ تعلیم کہ اگر کوئی آنحضرت ﷺ کی عزت پر کوئی اشارۃً بھی ایسی بات کہے جو گستاخی سمجھی جائے اس کا قتل فرض ہے اور کہاں خمینی کی دشمنی میں اب یہ فتویٰ کہ اتنی غلیظ کتاب جو سراسر خباثتوں پر مشتمل ہے اُس کے مصنف کے اوپر بھی موت کا فتویٰ جاری نہیں کیا جا سکتا اسلامی تعلیم کی رو سے۔ نہ اس غیر دنیا میں مذہب رہا نہ اپنی دنیا میں مذہب رہا۔ وہاں بھی ایک جھوٹی سیاست اور ملمع کاری ہے یہاں بھی ایک جھوٹی سیاست اور ملمع کاری ہے۔

وہ دیکھئے پاکستان کے ایک مشہور عالم کہلانے والے مولوی محمد طفیل صاحب جنہوں نے افغان صورتحال سے خوب فائدہ اُٹھایا ضیاء کے زمانے میں۔ اس سلمان رشدی نے معافی کا اعلان کیا

کہ مجھے معاف کر دیا جائے اور انہوں نے کہا ہاں ہم تمہیں معاف کرتے ہیں۔ ایک احمدی اگر آنحضرت ﷺ کے عشق میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا نعرہ بلند کرتا ہے اُس کو تم واجب القتل قرار دیتے ہو اور کسی قیمت پہ معاف کرنے کے لئے تیار نہیں اور بے حیائی کی حد یہ ہے کہ ایک نہایت ہی خبیث مصنف جس نے آنحضرت ﷺ اور دیگر بزرگ انبیاء اور صحابہ پر نہایت گندے اور ناپاک حملے کئے جس سے ایک غیر تمند مسلمان کا خون کھولنے لگتا ہے اُس کو تم اس لئے معاف کر دیتے ہو کہ وہ کہتا ہے میں معافی مانگتا ہوں اور ساتھ یہ بھی اعلان کرتا ہے۔ انہی ریڈیوز، ٹیلیویژنز کے اوپر کہ کاش میں نے اس سے زیادہ گندی کتاب، اس سے زیادہ سخت کتاب لکھی ہوتی اور ایک لفظ بھی اپنی کتاب کے مضمون کے خلاف نہیں لکھتا اور آپ کہتے ہیں جی اُس نے کہہ دیا ہم دل دکھانے پر بھی معافی مانگ رہے ہیں یہ صاحب۔ اس لئے ہم معاف کر دیتے ہیں۔ کمال ہے معافی کا تصور بھی اور انتقام کا تصور بھی۔ جو عشاق محمد مصطفی ﷺ، وہ تو گردن زدنی ہیں تمہارے نزدیک اور جو خبیث گندے اور ناپاک حملے کرنے والے ہیں اور حدوں سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ ان کے منہ کی جھوٹی معافی پر تم ان کو معاف کرنے کے لئے تیار ہو گویا تم خدا بنے بیٹھے ہو۔ تمہارے ہاتھ میں اس کی معافی اور اس کی اصلاح کا معاملہ ہے۔ ہرگز تمہارے ہاتھ میں نہیں۔ محمد مصطفی ﷺ کی جو غیرت ہمارے خدا کے دل میں ہے۔ خدا رکھتا ہے محمد مصطفیٰ کی غیرت۔ وہ کبھی ایسے خبیث کو معاف نہیں کرے گا۔ جس نے اس بے باکی اور بے حیائی کے ساتھ دنیا کے سب سے مقدس انسان پر سب سے غلیظ حملے کئے۔ تم ہوتے کون ہو معاف کرنے والے۔ قطعاً طور پر نہیں دیتا اسلام۔ یہ اسلام، احمدیت کی تعلیم نہیں اس تعلیم کے خلاف، تم احمدیت کے خلاف ہمیشہ گندی سازشیں کرتے رہے اور تحریکات چلاتے رہے۔ لیکن آج خمینی نے جب یہ قتل کا فتویٰ دیا تو تم اس قتل کے فتویٰ کے بھی خلاف ہو گئے۔ یہ تمہارا تقویٰ، یہ تمہارا مذہب، یہ تمہاری سیاست ہے۔ اس کو تم اسلام کہتے ہو؟ وہی اسلام پنپے گا دنیا میں جو محمد مصطفیٰ ﷺ کا اسلام ہے جس کے ساتھ احمدیت دل و جان کے ساتھ وابستہ ہے اور ہمیشہ وابستہ رہے گی اور اس اسلام سے ہٹنے کے نتیجے میں تم نے خود دشمن کے ہاتھ میں وہ ہتھیار پکڑا دیئے جن کو پکڑ کر وہ اب غلیظ حملے کر رہا ہے اور تمہارے پاس حقیقت میں ان کے جواب کی کوئی کارروائی نہیں رہی، کوئی موقع نہیں رہا، کوئی ہتھیار نہیں رہا۔

پس میں احمدیوں کو اب یہ تلقین کرتا ہوں کہ صورتحال کے تجزیہ کے نتیجے میں وہ ایسی مؤثر اور دیرپا کارروائی کریں جو آئندہ نسلوں تک پھیل جائے۔ اگلی صدی، اس سے اگلی صدی، اُس سے اگلی صدی۔ اب یہ ایک صدی کا معاملہ نہیں ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ کا سارا زمانہ غلام ہے۔ اپنے پہلے زمانے کے بھی وہ بادشاہ تھے اور آئندہ زمانوں کے بھی وہی بادشاہ ہیں اس لئے ہمیشہ کے لئے جماعت احمدیہ ایسی کوششوں میں وقف ہو جائے جس کے نتیجے میں دشمن کے ہر ناپاک حملے کو نا کام بنایا جائے۔ پس میں جماعت کی اُن نسلوں کو خصوصیت سے مخاطب ہوں جو ان ملکوں میں پیدا ہوئے ہیں جہاں اسلام پر حملے ہوتے ہیں کہ اگر چہ ہم ان حملوں کے لئے دفاع کا مضمون جہاں سمجھتے ہیں لیکن یہاں کی زبان کے اسرار ہمیں نہیں آتے۔ وہ لوگ جنہوں نے انگریزی تعلیم حاصل کی ہے ہندوستان میں یا پاکستان میں یا دیگر ممالک میں شاذ اُن میں سے ایسے ہیں جن کا بچپن کا ماحول وہی تھا جو اہل زبان انگریزی دانوں کا ماحول ہوا کرتا ہے۔ جیسے اعلیٰ، اعلیٰ تو نہیں کہنا چاہئے ایسے انگریزی سکولوں میں، Convent سکولوں میں پڑھے جس کے نتیجے میں دین کا بے شک کچھ نہ رہا ہو لیکن انگریزی زبان پر دسترس ہوگئی اور اس محاورے کے واقف ہو گئے جوان کو پسند آتا ہے۔ اس لئے اپنی نئی نسلوں کو مقامی زبانوں میں ماہر بنائیں اور نئی نوجوان نسلوں میں سے کثرت کے ساتھ اخبار نویس پیدا کریں کیونکہ صرف زبان کا محاورہ کافی نہیں اخبار نویسی کی زبان کا محاورہ ضروری ہے اور اس نیت سے کریں کہ ساتھ ساتھ یہ اسلام کا گہرا مطالعہ بھی کریں گے تا کہ ان کی زبان دانی اسلام کے حق میں اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے دفاع میں استعمال ہو۔ اس لئے امریکہ ہو یا افریقہ ہو یا چین ہو یا جاپان ہو یا یورپ کے متفرق ممالک ہوں یا ایشیا کے دیگر ممالک جہاں جہاں بھی احمدی خدا کے فضل کے ساتھ موجود ہیں اور مقامی طور پر ایسی پرورش انہوں نے پائی ہے اور ایسی تعلیم حاصل کی ہے کہ اس ملک کے اہل زبان شمار کئے جاسکتے ہیں ان کو محمد مصطفیٰ ﷺ کے دفاع کے لئے وقف ہو جانا چاہئے اور اس نیت سے ادب اور کلام پر دسترس حاصل کرنی چاہئے اور قادر الکلام بننا چاہئے کہ خود انہی کے ہتھیاروں سے انہی کے انداز سے ہم ان کے متعلق جوابی کارروائی کریں گے اور اسلام کا دفاع کریں گے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے تقدس کی حفاظت کریں گے اور یہ جنگ آج کی چند دنوں کی جنگ نہیں ہے یہ لوگ اس حملے کو بھول جائیں گے اور یہ تاریخ کی باتیں بن جائیں گی اور پھر ایک بد بخت اُٹھے گا اور

پھر حملہ کرے گا اور پھر ایک بد بخت اُٹھے گا اور پھر حملہ کرے گا۔ اس لئے احمدیت کو چاہئے کہ وہ ہمیشہ کے لئے آنحضور ﷺ کے سامنے سینے تان کے کھڑی ہو جائے۔ جس طرح حضرت طلحہؓ نے کیا تھا کہ جو تیر حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر برسائے جارہے تھے اپنے ہاتھ پر لئے اور ہمیشہ کے لئے وہ ہاتھ بے کار ہو گیا اس طرح اپنا سینہ سامنے تان کر کھڑا ہو جائے تمام تیر جو ہمارے آقا محمد رسول اللہ ﷺ پر چلائے جارہے ہیں اپنے سینوں پر لیں یہ اسلام ہے یہ اسلام کی محبت ہے اس طرح اسلام کا دفاع ہونا چاہئے اور وہ سارے مضامین جو اس کتاب میں چھیڑے گئے ہیں کہانی کے رنگ میں ان کا محققین اور اہل علم مطالعہ کریں اور ان کے دفاع پر کثرت کے ساتھ مضامین شائع کروائیں اور ایک ایک چیز کو لے کر اب جب کہ یہ دلچسپی قائم ہے اس سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسلام کا پوری طرح دفاع کریں اور یہ فوری کارروائی کا حصہ ہے اور اس کے لئے ہم مزید انتظار نہیں کر سکتے۔ خوش قسمتی سے میری کتاب ''مذہب کے نام پر خون'' ایک انگلستان کی کمپنی اس کا انگریزی ترجمہ شائع کر رہی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے کہ جب اس کا انگریزی ترجمہ ان کے سامنے پیش کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس میں ۱۹۵۳ء کے حوالے سے۔ بہت سی باتیں کہی گئی ہیں لیکن Islamic Terrorism پر کچھ نہیں کہا گیا اور Islamic Fundamentalism پر کچھ نہیں کہا گیا اور مرتد کی سزا کے قتل کے موضوع کے اوپر جس طرح بھرپور عالمانہ دفاع ہونا چاہئے تھا اس کی بجائے چند ایک باتوں پر اکتفا کی گئی ہے جبکہ حملے متفرق کئی سمتوں سے ہو رہے ہیں۔ تو ان کا میں ممنوں ہوں کہ ان کے اس توجہ دلانے پر میں نے دو نئے باب انگریزی میں اضافہ کئے ہیں جو اردو میں نہیں ہیں اور اس میں منصور شاہ صاحب نے میری مدد کی اور ڈکٹیشن (Dictation) بھی لیتے رہے اور مشورے بھی دیتے رہے اور کافی انہوں نے محنت کی۔ بہر حال یہ کتاب اب تیار ہے چھپنے کے لئے اور اس کمپنی کا مجھے پیغام ملا ہے کہ عجیب اتفاق ہے کہ ادھر یہ مسئلہ اٹھا ہے اور ادھر یہ کتاب ہماری تیار ہے چنانچہ ہم نے سب دنیا میں یہ اشتہار دے دیا ہے کہ اصل اسلامی تعلیم کیا ہے اس کے متعلق ایک کتاب آنے والی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ عاجزانہ خدمت کی توفیق بخشی اور جو انگریزی ترجمہ ہے اس میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ سیّد برکات احمد صاحب مرحوم نے جو اپنی آخری کینسر کی بیماری میں یہ ترجمہ کیا تھا بڑے اخلاص کے ساتھ اُن کے لئے بھی دعا کریں وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ میری خواہش ہے کہ میری

زندگی میں یہ چھپ جائے اُن کے مشوروں پر بعض حصے جو اردو دان طبقے کے لئے موزوں تھے لیکن مغربی دنیا کے لئے بے تعلق سے تھے وہ چند حصے تھوڑے سے حذف کر دیئے گئے تھے اور اُن کے مشورے پر بعض باتوں کا اضافہ کر دیا گیا تھا۔ اس لئے کوئی یہ نہ سمجھے کہ گویا مترجم نے دخل اندازی کر کے وہ غلط رنگ میں تصنیف کو پیش کیا ہے جو کچھ بھی ہے مجھ سے اجازت لے کر اور مجھے مشورہ دے کر تبدیلیاں کروائی ہیں بعض انہوں نے اور اس سے نفس مضمون پر کوئی اثر نہیں پڑتا بلکہ مغربی دنیا کے لحاظ سے اس بات کو تقویت ملتی ہے جو ہم دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس لئے امید ہے یہ انشاء اللہ تعالیٰ نیک نتیجہ پیدا کرے گی لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ اس کتاب کے متعلق چونکہ ایسی غلیظ ہے میں اس کو تفصیل سے بیان نہیں کر سکتا کیونکہ میں بورڈ مقرر کروں گا جو تجزیہ کر کے اُن تمام جڑوں تک پہنچے جہاں سے یہ غلط الزامات چلتے ہیں اور پھر بعض احمدی محققین کے سپرد یہ کام کیا جائے گا کہ وہ اس کے جواب لکھیں اور مختلف زبانوں میں ترجمے کر کے ساری دنیا میں پیش کئے جائیں۔ آج کل چونکہ شیطانی کتاب میں دلچسپی ہے اس لئے ہوسکتا ہے اس کے بہانے جواب میں بھی دلچسپی پیدا ہو جائے جو ویسے عام حالات میں نہ ہوتی۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہر میدان جنگ میں جہاں اسلام کا دفاع ضروری ہے ہر اس سرحد پر جہاں **اسلام پر حملے ہو رہے ہیں ہمیشہ احمدی صف اوّل پر آنحضرت ﷺ اور اسلام کے دفاع میں سینہ تانے کھڑے رہیں اور کسی شیطان کو یہ طاقت نہ ہو کہ کسی نام پر بھی وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ اور اس پاک مذہب پر حملے کر سکے۔**

خطبہ ثانیہ کے دوران حضور انور نے فرمایا:

ایک بات جو میں نے جماعت کو سمجھانی تھی اس وقت ذہن سے اُتر گئی وہ میں اب اس دو خطبوں کے درمیان بیان کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ جن ملکوں نے یا جن کمپنیوں نے اس کتاب کو شائع کرنے کی اجازت نہیں دی یا شائع کرنے لگے تھے اور یہ ارادہ واپس لے لیا اُن کو حوصلہ افزائی اور شکریوں کے خط جماعت کی طرف سے ملنے چاہئیں اور یہ اس لئے ضروری ہے کہ بہت بڑا احسان ہے۔ یعنی ہمارے دل پر احسان ہے جو اس قدر دُکھ اُٹھاتا ہے اس کتاب سے رسول اللہ ﷺ کی تائید میں کوئی آواز بھی کسی طرف سے بلند ہو اس کا شکریہ فرض ہے اور سب شکریوں سے بالا یہ شکریہ ہے تو ان لوگوں سے مختلف رنگ میں رابطہ ہونا چاہئے مگر ایسی حکمت کے ساتھ کہ اس کا کوئی غلط تاثر قائم نہ

ہو۔ پس انفرادی طور پر بعض لوگ خود ہی لکھتے ہیں وہ تو الگ بات ہے لیکن جماعتیں جب یہ اس مسئلے پر غور کریں تو حکمت کے ساتھ منصوبہ بنا کر اور مرکز کے مشورے کے ساتھ کارروائی کریں۔ اب تک مثلاً امریکہ میں والڈن بکس (Walden Books) کے تین سوسٹالز سے یہ کتاب ہٹالی گئی ہے۔ اگر ہم اس وقت ان کے ساتھ شکریہ کا تعلق قائم کریں تو ہوسکتا ہے آئندہ کے لئے پھر وہ ارادہ ہی بدل دیں لیکن اگر یہ نہ ہوا تو مجھے ڈر ہے کہ دوبارہ پھر یہ داخل کرلیں گے یا یہ سمجھیں گے کہ معاملہ ٹھنڈا ہو گیا ہے۔ تو اس وقت ان لوگوں کے ساتھ رابطہ کرنا، ان کا شکریہ ادا کرنا، ان کو سمجھانا کہ تم اس گند میں نہ پڑو اور احتجاجاً اخلاقی قدروں کی خاطر اس کتاب سے اپنا تعلق توڑ لو یہ مفید نتیجہ پیدا کرسکتا ہے، ساتھ دعا بھی کرنی چاہئے۔ فرانس اور جرمنی کے پبلشرز نے جنہوں نے کتاب کا ترجمہ شائع کرنا تھا اپنا فیصلہ بدل لیا ہے۔ فرانس کی حکومت، جرمنی کی جماعتوں کا کام ہے کہ وہ اب مطلع کرے مرکز کو بھی اور خود مؤثر رابطہ کریں اور کبھی کہیں کہیں سے بیرونی دنیا سے بھی ان کمپنیوں کو اور ان حکومتوں کو شکریہ کے خط جانے چاہئیں۔ ہندوستان خاص طور پر شکریہ کا محتاج ہے جس نے باوجود اس کے کہ ہندو بھاری اکثریت ہے اصولاً اس کتاب کو ردّ کر دیا ہے خود ہی اور باوجود اس کے کہ بہت دباؤ ڈالا گیا ہے ہندوستان پر لیکن اس نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ ساؤتھ افریقہ باوجود اس کے کہ نسلی دشمنیاں ہیں لیکن اس معاملے میں شرافت دکھا گیا ہے۔ باقی مسلمان ممالک میں سے چند نے کیا ہے اور یہ عجیب ہے کہ باقی سب نے نہیں کیا ہے اس کو ابھی تک ردّ اور کوئی قانونی روک نہیں کھڑی کی۔ جاپان نے کیونکہ وہ سمجھدار قوم ہے غالباً تجارتی اغراض کی خاطر مسلمان ممالک کو خوش کرنے کے لئے اس کتاب کو چھپنے کی اجازت نہیں دی لیکن ویسے بھی ہوسکتا ہے کہ تہذیبی لحاظ سے بھی انہوں نے غلط سمجھا ہو لیکن کہا بہرحال یہی ہے کہ نہایت بدتہذیب کتاب ہے اس قسم کی کتاب ہم شائع نہیں کریں گے۔ W.H. Smith نے جس نے کثرت کے ساتھ یہاں شروع کی تھی وقتی طور پر اس کتاب کو واپس لے لیا ہے۔ سب سے زیادہ جو قابل شکریہ ہیں وہ کارڈینل ہیں لیون (Lyons) کے فرنچ کارڈینل جنہوں نے نہایت بھرپور تبصرہ اس کتاب کے خلاف کیا ہے اور اس تبصرے کو پڑھ کے دل خوش ہو جاتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ نہایت غلیظ، لغو، لچر ایسی فحش کتاب ہے کہ کسی دنیا کے شریف آدمی کو اس کو نہیں پڑھنا چاہئے اور اس کو ساری دنیا کو ردکرنا چاہئے اور اس نے شکوہ کیا ہے عیسائیوں سے کہ تمہیں شرم

نہیں آتی کہ جب حضرت عیسیٰؑ کے خلاف ایک فلم بنائی گئی تھی تو تم جانتے ہو کہ مسلمان تمہارے شانہ بشانہ اس کے خلاف احتجاج کر رہے تھے اور آج محمد رسول اللہ ﷺ پر اور دیگر بزرگوں پہ حملے ہو رہے ہیں اور تم تماشے دیکھ رہے ہو اور مزے اُٹھا رہے ہو۔ پس وہ کارڈینل ایسا ہے جسے خاص طور پر جماعت کی طرف سے کچھ شکریے اور تہنیت کا پیغام ملنا چاہئے اور ان سب لوگوں کے لئے سب سے اچھا شکریہ کا طریق یہ ہے کہ ان کے لئے دُعا کی جائے۔ یہ شکریہ ان تک نہیں پہنچے گا لیکن خدا تک پہنچے گا اور اللہ ہم سے اس شکریہ کے نتیجے میں راضی ہوگا اور ان سے بھی راضی ہوگا۔ پس یہ ایک حصہ ہے اس میں مزید معلومات بعد میں حاصل کی جاسکتی ہیں اور ایک اصولی راہنمائی کے تابع جماعت کو چاہئے کہ وہ جائز اسلامی ردّعمل دکھائے اور بڑی شان کے ساتھ بڑی غیرت کے ساتھ دکھائے۔